**Rizwan Ullah**
D-178, Abul Fazl Enclave-I
Jamia Nagar, New Delhi - 110025
Tel: +91-9971283786, 9891832189
Email:ruilmi@rediffmail.com
Web: www.Rizwanullah.com

# دردِ مہاجرت

رضوان اللہ

یہ ہجرتوں کے زخم خوردہ ایک ایسے شاعر کی داستانِ الم ہے جو محبت کے تقدس کی قسمیں کھاتا ہے۔ کسی کو ایک ہی دل کی جراحتیں بے چین رکھنے کے لیے کافی ہوتی ہیں لیکن یہ شاعر تمنا کرتا ہے کہ کاش اس کے سینے میں کئی دل ہوتے کہ وہ ان میں اپنے ہر محبوب کی دنیا الگ الگ بسا سکتا۔ اس کے محبوب انسان نہیں بلکہ انسانوں کی وہ بستیاں ہیں جہاں اس نے آنکھ کھولی، جہاں وہ حیات افزا ہواؤں میں سانس لیتا رہا، جہاں دانشوری کے چراغوں نے اس کی بصیرتوں کی دنیا کو روشن کیا، جہاں اس نے محبتوں کے دیے جلائے، جہاں محبتوں کی خوشبو سے اس کے دل و دماغ کی کھڑکیاں کھلتی چلی گئیں۔ انہیں بستیوں سے دوری کے زخم اس کے اکیلے دل میں ہمیشہ تازہ رہتے ہیں۔ انہی جراحتوں کے ساز سے پیدا آہنگ نے اس نظم کی صورت گری کی ہے۔

انہی بستیوں میں سے ایک نے شاعر کا گریبان پکڑ کر یہ پوچھنے کی جسارت کی کہ آخر اس نے خود کیوں ہجرتیں اختیار کیں؟ اگر وہ دوریاں مجبوریاں تھیں تو مراجعت کی راہ کیوں نہ تلاش کی؟ وہ بستی کوئی اور نہیں بلکہ شاعر کا محبوب ترین شہر ہے جو شاکی ہے اس کی بیوفائی کا اور اس کی اس محبت کو جھٹلاتا ہے جس کے تقدس کی شاعر قسمیں کھاتا ہے۔

# محبت کی تعریف

کوئی نغمہ ہوکہ خوشبو ہو کہ ہو بادِ صبا
کس نے چھوکر انہیں دیکھا ہے بتاؤ تو سہی
ان کی قسمت ہے بہرحال پریشاں ہونا
ساز میں روح کے خفتہ ہے محبت کی الاپ
''اک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے''
الفتیں سوختہ سامانیِ دل میں پنہاں
اوٹ میں برگِ خزاں کے ہیں بہاریں رقصاں
دل کی بستی تو سمن زار ہوا کرتی ہے
ہر شجر اس میں ثمر بار ہوا کرتا ہے
اس میں کچھ خار اداسی کے گلابوں کی طرح
انگلیوں کو وہی ہمرنگ حنا کرتے ہیں

شاعر:

اے کلکتہ اے شہر گل و نغمہ فروش
اے مرے شہر تمنا و سراپائے بہار
تیرے رخسار شفق رنگ نئی صبح کے آثار
تیری چھتوں کے چراغوں سے منور شب تار
تری زلفوں کے اندھیرے میں چھپا آب حیات
کتنی تقدیر بدلتی ہے تری جنبشِ لب
قسمتیں لکھی ہیں اقوام کی پیشانی پر
اے مرے خواب پریشاں تیری تعبیر ہے کیا؟
تجھ سے منسوب ہے جو آج کی تقدیر ہے کیا؟
خوب تو خوب سے لکھنا بھی تو ممکن ہوگا
کیوں بیاباں مری تقدیر میں لکھ ڈالا ہے؟
محشرستاں کہوں انساں کا جہاں لا ڈالا ہے
کسی نے چاہا تری زلوں کی اسیری سے نجات!
نشہ آنکھوں کا تری ٹوٹے یہ کس نے چاہا!
دل پر خوں کوئی خونابہ بنے کیوں آخر!
درد محض درد کا سودا لے کر
کیوں پھرے کوچہ و بازار میں سودائی سا!
اس سے بہتر بھی تو لکھنا تھا مقدر ممکن

شہر:

اے مرے شاعر خوش فکر و پرستار جمال!
اے مرے شاعرِ دل ریش و جگر سوختہ جاں!
کون کہتا تھا وداع شہر کو کہہ کر کہیں جا؟
کس نے چاہا کہ صدا درد کی دن رات سنا؟
کس نے بسنے کو کہا تجھ سے بیابانوں میں؟
کس نے تجھ سے یہ کہا سود و زیاں کو تو لے؟
عشق کے مارے ہوئے دور کہیں جاتے ہیں؟
جادوِ عشق سے مسحور کہیں جاگے ہیں؟
محبسِ عشق سے آزاد کوئی ہوتا ہے؟
اور آزاد بھی ہوجائے کہاں جیتا ہے؟
تجھ کو آدابِ تجسس تو سکھائے ہم نے
تری پرواز کو شہباز کی جولانی دی
حسنِ یوسف تری آنکھوں میں جگایا ہم نے
تری ویران سی بستی کو سجایا ہم نے
فن میں اپنے تجھے حاصل ہے بلاشبہ کمال
تو جو آیا تو مسِ خام تھا محروم تراش
سبزۂ خط تیرا طالب تھا تماشائی کا
عشق فردوس تصور میں گلِ نارُستہ تھا
غنچۂ حسن تری چشم تماشا میں نہ تھا
دشتِ حیراں میں تجھے لایا تھا پہنائے کمال
تجھ کو خود اپنی خودی درد بجاں لائی تھی
تجھ کو خود اپنی حقیقت کا تجسس لایا
تشنگی تجھ کو تھی ایسی کہ بجھائے نہ بنے
یا کوئی نشہ تھا جس نے تجھے مخمور کیا
یا تجھے کچھ نہ پتہ تھا تیری منزل ہے کہاں

دشتِ امکان میں اک حادثہ کہئے تو بجا
تجھ کو جنت بھی ملی چشمۂ حیواں بھی ملا
اتنی دولت پہ تو جتنا بھی ہو نازاں کم ہے
درد ہجرت سے مگر ہم نے بچایا تجھ کو
گرمیِ شوق کو سینے میں جگایا ہم نے
ترے ہر خواب کو خوشبو میں بسایا ہم نے
تو نے خود عشق کے دربند کیے کیوں آخر؟
حادثہ تھا یہ اگر حادثہ رہنے دیتا
کیوں نہ دیوانگیِ شوق ادھر پھر لائی؟
تو نے عشاق کی کیا راہِ وفا چھوڑی ہے؟
تو جو کھاتا تھا محبت کی قسم توڑی ہے؟

تو تو اس گاؤں کی مٹی کی مہک بھول گیا
جس پہ اسلاف کے سجدوں کے نشاں باقی تھے
تیرے تیراک چھپاکوں سے فضائیں نمناک
مچھلیاں ماہی بے آب تھیں تالابوں میں
ہر شجر برگ سے بوجھل تھا کہ سایہ کردے
خوشہ بردار تھیں شاخیں بھی محض تیرے لیے

شاعر:

ہاں بجا تو نے کہا حادثہ تھا حادثہ رہنے دیتا
پر کوئی دستِ تہِ سنگِ گراں کیا کرتا؟
درد دیوانگیِ عشق کا ہرجائی تھا
وہ کہیں اور کہیں اور کہیں اور گیا
خستہ حالی میں کوئی درد بجاں چھوڑ گیا
نغمے خوابیدہ ترے ساز میں اب بھی ہوں گے!
کوئی آہنگِ دل آویز سنایا ہوتا؟
پا بہ جولاں کوئی دیوانہ سوئے شہر چلا ہی جاتا!

تو نے سمبھی کا کیا ذکر بہت خوب کیا
اس کے احوال بھی کچھ میری زبانی سن لے
ہاں وہ جنت تھی جہاں آنکھ کھلی تو دیکھا
شفقتیں برگ گل تر کی طرح مجھ پہ نثار

# سمبھی

محبت کا پیکر تھا ہر خاص و عام — کہوں سچ، مروت تھی ان پر تمام
جو بچپن میں دیکھا سہانا لگا — سمجھنے میں اس کو زمانہ لگا
لگا جیسے خوابوں کی دنیا بسی — جو اب یاد آئے تو آئے ہنسی
نہ تھے آدمی پھول کی پتیاں — نگاہوں میں پھرتی تھیں بس تتلیاں
جسے چھوئیے شاخ گل کی لچک — گزر جائے کوئی بھی، گل کی مہک
غنی دل کے تھے اور سادہ مزاج — بنائے ہوئے اک مثالی سماج
بڑے محنتی دھن کے پکے تھے لوگ — بہت سادہ دل اور سچے تھے لوگ
رہائش کو تھے ان کے کچے مکاں — انہی میں ہوئے پل کے بچے جواں
بزرگوں پہ آئی بزرگی وہیں — نہ جانا کہیں اور نہ آنا کہیں
بزرگوں کا تھا ایک اپنا مقام — عبادات و آرام ان کا تھا کام
بزرگ ایک آئے تھے قاضی شہاب — وہی ان کے مورث تھے عالی جناب
انہی سے ملے نسب و نام و نشاں — انہی کے قبیلے کے اشراف یاں
انہی میں ہوئے افسر و نامدار — انہی کا تھا شہرہ وہی ذی وقار
کوئی نصف درجن دروغہ ہوئے — زمیندار و عمالِ حلقہ ہوئے

صحافی و شاعر ہوئے نامور
تو استاد عالی و صاحبِ نظر

# سمبھی کی رفاقت

چھٹا ہم سے سمبھی جوں ناخن چھٹے — بیاں کس طرح ہو کلیجہ ہلے
جو آنکھوں سے جاری ہوئے آبشار — تو سینے میں چنگاریوں کی پھوار
وہ جنت تھی جس سے نکالے گئے — بگولوں میں آنچل کے پالے گئے
چلے تیرتے آنسوؤں میں چلے — وہ نالے تھے جن سے گلے ہم ملے
کبھی وقت ایسا بھی آئے گا کیا — کبھی خواب میں ایسا سوچا نہ تھا
وہی گرد سمبھی کی لیکن اڑی — سفر میں بگولوں کے شامل ہوئی
بگولے سوئے آسماں لے چلے — جو خود جل رہے تھے جلاتے چلے

جو ذرہ تھا وہ شعلہ خود بن گیا
جو قطرہ تھا خود آب جو بن گیا

■❖■